Vol.4 No.1 2020

ISSN Online : 2709-4030

ISSN Print : 2709-4022

نکاح ثانی اور وراثت

(اسلام اور ہندومت میں بیوہ کے حقوق کا تقابلی مطالعہ)

Second Marriage and Inheritance

(A Comparative Study of Women Rights in Hinduism and Islam)

[1*] Abbas Ali Raza
[2*] Ata Ur Rehman
3Muhammad Shahid Habib

Abstract

At the onset of Islam in the early 600s CE, Holy Prophet Muhammad (PBUH) expanded women's rights to include inheritance, property and marriage rights. This expansion is known as revolutionary step of Islam to enhance the dignity and respect of women. This article examines the women rights regarding second marriage and inheritance in Judaism, Christianity and especially in Hinduism and Islam. For this purpose, primary and secondary sources of those religions are analyzed comparatively. In Judaism and Christianity, the woman has not clear right to do second marriage and even men were guided religiously to do second marriage with a virgin girl. In Hinduism, there was a cruel tradition of Satti or woman is permitted to do second marriage with the will of her father in law. Ssimilarly, in Judaism and Christianity the widow is not given share in husband's inheritance. In Hinduism, the widow has the right in inheritance of husband; however, she has to return the inheritance in case of second marriage. Islam is the complete code of life which provides the legal right to widow to do second marriage as well as fixes the share of woman in husband's inheritance.

کلیدی الفاظ: ہندوازم، یہودیت، عیسائیت، اسلام، بیوہ، وراثت، نکاح ثانی

تعارف:

بیوہ ہر معاشرے کا ایک اہم رکن۔ ایک ایسا رکن جسے تقریبا ہر معاشرے میں فراموش کیا جاتا رہا۔ جسکے حقوق ہمیشہ سے سلب ہوتے آئے تھے۔ جس کو وراثت میں حصہ دینا تو درکنار اسکا نکاح ثانی بھی معیوب سمجھا جاتا رہا۔ اسلام سے قبل ہر معاشرے نے عورت کے

[1*] Lecturer, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore

(abbasaliraza@lgu.edu.pk , 0092 321 4948284)

[2**] Assistant prof. Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.

3[***]Assistant Professor of Islamic Studies, Khawaja Farid University of Engineering and IT

Vol.4 No.1 2020

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

حقوق پامال کیے۔ لیکن جونہی حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے تو آپ نے ناصرف بیواؤں کے حقوق کے لئے آواز اٹھائی بلکہ بیواؤں سے خود نکاح بھی کیا اور وراثت میں بھی انکا حصہ متعین کیا۔

اس آرٹیکل میں ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ ہندومت اور اسلام کی تعلیمات بیواؤں کے بارے میں کیا کہتی ہیں ؟. کیا انہیں نکاح ثانی اور وراثت کا حق حاصل ہے ؟۔ اگر یہ حقوق بیواؤں کو حاصل ہیں تو کس حد تک ؟۔

انہی سوالات سے موضوع کی اہمیت عیاں ہو جاتی ہے کہ بیواؤں کو جہاں دیگر ادیان میں وہ حقوق مہیا نہیں کیے جاتے جو اسلام مہیا کرتا ہے۔ تو پھر اسلام پر اعتراضات کیوں ؟ یہ ہندومت اور اسلام میں بیواؤں کے حقوق کا ایک تقابلی مطالعہ ہے جس میں بھی اسلام اپنی شان وشوکت کیساتھ فاتح ہے۔

پہلے ہم ہندومت میں بیواؤں کے نکاح ثانی کا حکم پھر اسلام میں نکاح ثانی کے حکم کو واضح کریں گے پھر اسی ترتیب سے تقسیم میراث بیان کریں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِه وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ–وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ[3]

وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتا ہے اور بیشک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں ارشاد ہے کہ وہی خدا ہے جس نے امیوں میں رسول بھیجا جو انکے سامنے آیات تلاوت فرماتا ہے اور انکا تزکیہ نفس کرتا ہے اور ساتھ ساتھ انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتا ہے۔ کیونکہ عرب بہت بڑی گمراہی کا شکار تھے۔

اب انکی گمراہیاں کیا تھیں ؟

انکا سب سے پہلا جرم شرک تھا کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ بہت سے معبود بنائے ہوئے تھے جن کی عبادت کرتے تھے جس کے رد میں اللہ تعالی نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِه وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ–وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا[4]

بیشک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہتا ہے معاف فرما دیتا ہے اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا تو بیشک اس نے بہت بڑے گناہ کا بہتان باندھا۔

دوسرا انکا جرم یہ تھا جوا کھیلتے اور شراب نوشی کرتے۔ تو اسکے سدباب میں ارشاد فرمایا:

---

[3] ۔ الجمعہ 62: 02

[4] ۔ النساء 04: 48

Vol.4 No.1 2020
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ[5]

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور قسمت معلوم کرنے کے تیر ناپاک شیطانی کام ہی ہیں تو ان سے بچتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

حضور نبی اکرم ﷺ جب عربوں کے اندر مبعوث ہوئے تو آپ نے ایک ایک کر کے ان تمام برائیوں کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سنگین جرائم کے مرتکب تھے۔ لیکن ایک جرم ان سب میں بہت بڑا تھا اور وہ جرم یہ تھا کہ بیٹیوں کو زندہ در گور کر دینا۔

وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىٕلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ[6]

اور جب زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا۔ کس خطا کی وجہ سے اسے قتل کیا گیا؟

عرب سماج کی عورت کی کوئی سماجی، حیثیت نا تھی بلکہ انہیں معاشی و سیاسی حقوق سے بھی محروم کر دیا جاتا تھا۔ انکی پیدائش پہ صف ماتم بچھ جاتا انکی پیدائش منحوس اور باعث عار سمجھی جاتی۔

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِیْمٌ-یَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ-اَیُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ-اَلَا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ[7]

اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصے سے بھرا ہوتا ہے۔ اس بشارت کی برائی کے سبب لوگوں سے چھپا پھرتا ہے۔ کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبا دے گا؟ خبردار! یہ کتنا برا فیصلہ کر رہے ہیں۔

اسی مضمون کو ایک اور جگہ ان الفاظ کیساتھ بیان کیا

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِیْمٌ[8]

اور جب ان میں کسی کو اس چیز کی خوشخبری سنائی جائے جس کے ساتھ اس نے رحمٰن کو متصف کیا ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غم وغصے میں بھرا رہتا ہے۔

يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَى هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ[9]

5۔ المائدہ 05 : 90
6۔ التکویر 81 : 9،8
7۔ النحل 16: 58,59۔
8۔ الزخرف 43: 17۔
9۔ النحل، 16: 59۔

Vol.4 No.1 2020
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی۔ آیا اسے ذلت کے باوجود رکھ لے، یا اسے مٹی میں دبا دے۔ سن لو! برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر
تو خوف شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جب تھی شوہر کے تیور
کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اس کو جا کر
وہ گود اپنی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی[10]

حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ان کی اس برائی کو بھی جڑ سے اکھاڑ پھینکا اس لیے بیٹیوں کے ساتھ اس طرح کا ظلم کرنے والوں کو جہاں پر جہنم کی وعید سنائی وہیں پر بیٹیوں کے ساتھ پیار کرنے پر جنت کی نوید بھی سنائی۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" مَنْ كَانَتْ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا، وَلَمْ يُهِنْهَا، وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا، - قَالَ: يَعْنِي الذُّكُورَ - أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ "[11]

"کہ جس شخص کی لڑکی ہو وہ نہ تو اسے زندہ درگور کیا اور نہ اس کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کیا اور نہ اس پر اپنے لڑکے کو ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔"

لفظ بیوہ کی لغوی واصطلاحی تحقیق:

ایسی عورت جسکا شوہر وفات پا جائے اردو زبان میں اسے بیوہ کہا جاتا ہے۔ عربی زبان میں اسکے لیے لفظ " أرملة "استعمال ہوتا ہے۔اسکی جمع "أراملة" اور "أرامل" جبکہ مذکر" أرمل "آتی ہے۔ جسکا معنی ہے محتاج، غریب، جسکا خیال رکھنے والا کوئی نا ہو۔ جیسے عرب میں کہا جاتا ہے "عام أرمل ": "قليل المطر والخير"، یعنی ایسا سال جس میں بارش اور خیر کم ہوئی ہو۔

اور "ارمل فلان": کہ فلاں بے توشہ ہو گیا، اور وہ فقیر بن گیا[12]، ایسے ہی کہا جاتا ہے "أرملة : من ماتت زوجته، یعنی جسکا شوہر فوت ہو جائے۔ عورت کا جب خاوند مر جاتا ہے تو وہ انتہائی کمزور حالت میں ہوتی ہے کیونکہ اس کے چین و سکون اور حمایت کا ذریعہ ختم

10۔ حالی: الطاف حسین حالی۔ "مسدس حالی"، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، س۔ن، ص 14۔

11۔ السِّجِسْتاني، أبو داود سليمان بن الأشعث سنن أبي داود، المكتبة العصرية، صيدا- بيروت س۔ن، باب في فضل من عال يتيما 4/337، رقم: 5146۔

12۔ الازہری، محمد بن احمد، "تہذیب اللغہ "بیروت، دار احیاء التراث العربی۔ 1421ھ، ج 5، ص 130۔

Vol.4 No.1 2020
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ہو جاتا ہے اور اسکے بچے ہر قسم کی رعایت سے محروم ہو جاتے ہیں اور وہ بڑی تلخی و درد محسوس کرتی ہے، اور اس کا ذریعہ معاش کمانے والا بھی نہیں رہتا تو اس وجہ سے اس کو ارملہ (بیوہ) کہا جاتا ہے[13]

یہ لفظ حدیث مبارکہ میں بھی استعمال ہوا ہے۔

اَلسَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمِلَة وَالْمِسْکِیْنِ کَالْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ[14]

1. بیوہ کا نکاح ثانی

i. ہندومت میں بیوہ کے نکاح ثانی کا تصور:

ہندو مذہب میں بیوہ عورت کے نکاح ثانی کا کوئی تصور نا تھا۔ بلکہ یہاں ایک عرصہ تک "ستی" جیسی رسم رہی ہے، اگرچہ بیواہ عوتوں کو اپنے شوہر کی لاش کے ساتھ جلانے کا ذکر "منوشاستر" میں نہیں ہے لیکن لگتا ہے کہ یہ رسم ہندوستان میں عام تھی، کیونکہ یونانی مؤرخین نے اس کا ذکر کیا ہے۔[15] کہ شوہر کی وفات کے بعد اسکی بیوہ سے زندہ رہنے کا حق ہی چھین لیا جاتا تھا ابوریحان البیرونی ہندوستان آئے تو یہاں کے حالات وواقعات پہ لکھا:"

"عورت کا خاوند جب فوت ہو جاتا ہے تو اسے شادی کرنے کا حق نہیں ہے اور اس کو دو صورتوں میں سے ایک اختیار کرنی ہو گی، یا ساری زندگی بیوہ رہے یا جل کر مر جائے اور دونوں صورتوں میں سے ستی ہی زیادہ بہتر ہے۔ اس لیے کہ وہ ساری زندگی عذاب میں بسر کرے گی، ہندوؤں کا رواج یہ ہے کہ وہ راجاؤں کی بیویوں کو بہر صورت جلا دیتے ہیں، خواہ وہ جلنا چاہیں یا نا چاہیں، راجہ کی بیویوں میں صرف بوڑھی عورتیں اور اولاد والیاں، جن کے بیٹے ماں کو بچائے رکھنے کی طاقت رکھیں اور ذمہ داری لے لیں، چھوڑ دی جاتی ہیں"۔[16]

یہ ہی نہیں بلکہ جو عورت ستی ہو کر مرنا پسند کرتی تو ہندو مذہب میں اس کا مقام مقدس دیوی جیسا ہو جاتا جو کہ وفاداری کے نام پر اپنے شوہر پر قربان ہوتی تھی، بصورت دیگر اسکی حالت موت سے بھی بدتر ہو جاتی، جو کہ بذات خود ستی ہی کی ایک قسم ہے کہ وہ بیوہ صرف ایک زندہ لاش بن کر ہی رہتی اور تاحیات رنگین کپڑے تک نا پہن سکتی اور بناؤ سنگھار سے بھی محروم کر دی جاتی۔

13۔ الزبیدی، العلامہ مرتضی زبیدی، تاج العروس،، مکتبہ دارالھدایہ۔ ج29، ص101

14۔ بخاری، محمد بن اسماعیل،" صحیح بخاری" دار طوق النجاۃ، الطبعۃ: الأولی، 1422ھ۔ ۔کتاب النفقات، باب فضل النفقة علی الاہل، ج3، ص115 رقم: ۵۳۵۳ و مسلم بن حجاج، صحیح المسلم، بیروت، دار الکتب العلمیہ، کتاب الزہد والرقائق، باب الاحسان الی الارملہ، ج2، ص۱۵۹۲، الحدیث: ۲۹۸۲۔

15۔ ابوالحسن الندوی، اسلام میں عورت کا درجہ اور اس کے حقوق و فرائض،، ناشر جامعہ مؤمنات اسلامیہ لکھنؤ 1999م، ص37۔

16۔ البیرونی، کتاب الہند، ترجمہ سید اصغر علی، ناشر الفیصل ناشران لاہور 2005م،، ص506۔

Vol.4 No.1 2020
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

معروف مسلمان مؤرخ اور ابن بطوطہ رسم ستی کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"إحراق المرأة بعد زوجها عندهم أمر مندوب إليه غير واجب، لكن من أحرقت نفسها بعد زوجها أحرز أهل بيتها شرفا بذلك، ونُسبوا إلى الوفاء، ومن لم تحرق نفسها لبست خشن الثياب، وأقامت عند أهلها بائسة ممتهنة لعدم وفائها، ولكنها لا تكره على إحراق نفسها"

"ستی ہونا ہندوؤں میں مباح ہے نا کہ واجب، لیکن جو عورتیں اپنا آپ اپنے خاوند کے ساتھ جلا لیتیں ان کا خاندان معزز گنا جاتا اور وہ خود وفادار گردانی جاتیں، اور جو بیوہ عورتیں ستی نہ ہوتیں اُن کو کھردرے کپڑے پہننے پڑتے اور اسے ذلت آمیز زندگی گزارنی پڑتی، اور اسے وفادار بھی نہیں گردانا جاتا تھا، اور لیکن کسی کو اپنا آپ جلانے (ستی ہونے) پر مجبور نہیں کیا جاتا۔ اس وحشت ناک منظر کو میں نے خود دیکھا، ایسا ہی ایک منظر دیکھتے دیکھتے میں بے ہوش ہو کر گھوڑے سے زمین پر گرنے والا تھا کہ لوگوں نے سنبھال لیا۔"[17]

پھر ہندوں میں یہ قانون بھی دہرے معیار کا تھا لوسی کارلل لکھتے ہیں کہ:

"بیواؤں اور بالخصوص نوعمر بیواؤں کے مسائل زیادہ تر اعلیٰ ذات کے ہندوؤں میں تھے۔ ان میں کم عمری کی شادی اور بیوگی کی صورت میں عقد ثانی سے روکا جاتا تھا۔ انکے ہاں یہ تصور تھا کہ ایسی بچی پچھلے جنم کے پاپوں (گناہوں) کی وجہ سے اپنے شوہر کے مرنے کا سبب بنی ہے اور محض ذلت، فاقہ کشی اور برا سلوک ہی اس کا مقدر ہو جاتا تھا اور اسے کسی خوشی کی تقریب یا اس جیسے موقع پر جانے کی قطعا اجازت نہیں ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ نچلی ذاتوں اور اچھوتوں میں نہ تو کم عمر بچیوں کی شادی کی جاتی ہے اور نہ ہی بیواؤں کو دوسری شادی سے روکا جاتا۔[18]

ایسے میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کے بعض علاقوں میں رسم ستی کے کسی حد تک خاتمے کا سہرا لارڈ ڈلہوزی کے سر ہے۔ جس نے بیوہ کے عقد ثانی کا قانون جسے ہندو بیواؤں کے عقد ثانی کا قانون کہا جاتا ہے جو کہ 1856ء میں پاس ہوا۔ اسی کو ایکٹ 15، 1856ء بھی کہا جاتا ہے، یہ 26 جولائی 1856ء کو نافذ ہوا جس کے تحت ہندو بیواؤں کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے زیر تسلط علاقوں میں دوسری شادی کا قانونی حق دیا گیا۔[19] کیونکہ ہندو مذھب میں اگر کوئی عورت دوسری شادی کر بھی لیتی تو اسے غیر قانونی قرار دیا جاتا تھا تو اس قانون کو لارڈ ڈلہوزی نے تیار کروایا مگر اس کی منظور لارڈ کیننگ نے دی۔ اس قانون کی منظوری 1857ء کی جنگ سے ذرا پہلے ہوئی۔ لارڈ ولیم بنٹنک کی طرف سے ستی کے خاتمے کے بعد یہ پہلی بڑی سماجی اصلاح تھی۔[20] یہ قانون بھی آسانی سے پاس نہیں ہوا بلکہ اسکے خلاف بھی "رادھا کنتا"

17۔ ابن بطوطہ، تحفۃ النّظار في غرائب الأمصار وعجائب الأسفار المعروف باسم رحلۃ ابن بطوطۃ،، دار الفکر بیروت، ص 411-412۔

18. Loose Carroll 2008.p 79

19۔ Carroll 2008، p 78

20۔ Chandrakala Anandrao Hate (1948). Hindu Woman and Her Future. New Book Company. p 156 . اخذ شدہ بتاریخ 16 دسمبر 2018

Vol.4 No.1 2020
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

اور "دھرم سبھا" نے پٹیشن جمع کرائی۔[21] [22]لیکن لارڈ ڈلہوزی نے اس قانون کو اپنی ذاتی دلچسپی کی بناء پر مکمل کروایا، ہندو اسے اُس وقت کی روایات کی سخت خلاف ورزی سمجھتے تھے۔[23]

ii. یہودیت اور عیسائیت میں عورت کا نکاح ثانی:

یہودی اور عیسائی شریعت میں جب ایک عورت کی شادی کر دی گئی تو پھر وہ دوبارہ شادی کرنے کی اہل نہیں۔ اسی طرح مطلقہ یہودی عورت دوبارہ شادی نہیں کر سکتی اور نہ ہی کسی مرد کو اس سے شادی کرنے کی اجازت ہے۔ بائبل میں ہے:

"وہ کسی فاحشہ یا ناپاک عورت سے بیاہ نہ کریں اور نہ اس عورت سے بیاہ کریں جسے اس کے شوہر نے طلاق دی ہو۔"[24]

پھر کئی اور مقامات پر یہودی مرد کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ کسی مطلقہ عورت سے شادی نہ کرے بلکہ کسی کنواری لڑکی سے شادی کرے:

"اور وہ کنواری لڑکی سے بیاہ کریں۔ جو بیوہ یا مطلقہ یا ناپاک عورت یا فاحشہ ہو ان سے وہ بیاہ نہ کرے بلکہ اپنی ہی قوم کی کنواری کو بیاہ لے۔"[25]

سید جلال الدین اپنی کتاب میں بحوالہ انسائیکلوپیڈیا آف برنا ٹیکا لکھتے ہیں:

---

[21] ۔ H. R. Ghosal (1957). "THE REVOLUTION BEHIND THE REVOLT (A comparative study of the causes of the 1857 uprising)". Proceedings of the Indian History Congress 20: 293–305. doi:۔

[22] Pratima Asthana (1974). Women's Movement in India. Vikas Publishing House. صفحہ 22. ISBN 978-0-7069-0333-1. اخذ شدہ بتاریخ 17 دسمبر 2018.

[23] ۔ Amit Kumar Gupta (5 October 2015). Nineteenth-Century Colonialism and the Great Indian Revolt. Taylor & Francis. صفحات 30–. ISBN 978-1-317-38668-1. اخذ شدہ بتاریخ 17 دسمبر 2018. Belkacem Belmekki (2008). "A Wind of Change: The New British Colonial Policy in Post-Revolt India". AEDEAN: Asociación Española de Estudios Anglo-americanos 2 (2): 111–124. doi

[24] ۔ احبار 21: 7۔

[25] ۔ احبار 21: 13۔

Vol.4 No.1 2020
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

"یہودی اور عیسائی قانون کی رو سے مرد وارث کی موجودگی میں عورت وراثت سے محروم ہو جاتی ہے۔ اس طرح عورت کو دوسری شادی کا بھی حق نہیں تھا۔"[26]

اسی طرح اگر بھائی مل کر رہتے اور بڑا بھائی مر جاتا تو چھوٹے کیلئے لازمی ہوتا کہ وہ اپنی بھابی کے ساتھ شادی کرے اور ان سے ہونے والا پہلا بچہ وہ مرے ہوئے بھائی کی طرف منسوب کیا جاتا تاکہ اس کا نام اسرائیل سے مٹ نہ جائے۔[27]

علاوہ ازیں بائبل کے مطابق کسی کاہن کو اجازت نہیں کہ وہ کسی بیوہ سے نکاح کرے۔ لکھا ہے کہ:

"اور وہ کنواری عورت سے نکاح کرے۔ جو بیوہ یا مطلقہ یا ناپاک عورت یا فاحشہ ہو ان سے وہ بیاہ نہ کرے بلکہ وہ اپنی ہی قوم کی کنواری کو بیاہ لے"۔[28]

عیسائی عوتیں مکمل طور پر مرد کے قابو میں تھیں، طلاق و خلع تک کا حق اسے حاصل نا تھا زوجین ایک دوسرے کے ساتھ بندھے رہنے پر مجبور تھے، انتہائی سنگین حالات میں صرف علیحدگی اختیار کر سکتے تھے لیکن نکاح ثانی پھر بھی ممنوع تھا،[29] شوہر کی وفات کے بعد بیوی کو اور بیوی کے مرنے کے بعد شوہر کے نکاح ثانی کو مسیحی علماء شہوت کی بندگی اور ہوس زنی کا نام دے کر اسے مہذب زناکاری قرار دیتے تھے۔[30]

---

iii. اسلام میں بیوہ کے نکاح ثانی کا تصور:

اسلام بیوہ عورتوں کو عدت کے بعد شادی کی اجازت ہے، کہ اگر وہ چاہیں تو نکاح ثانی کر لیں:

ارشاد باری ہے:

"وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ"[31]

اور تم میں سے جو مر جائیں اور بیویاں چھوڑیں تو وہ بیویاں چار مہینے اور دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں تو جب وہ اپنی (اختتامی) مدت کو پہنچ جائیں تو اے والیو! تم پر اس کام میں کوئی حرج نہیں جو عورتیں اپنے معاملہ میں شریعت کے مطابق کر لیں اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

26۔ انصر عمری، جلال الدین، سید، عورت اسلامی معاشرہ میں، اسلامک پبلیکیشنز۔ لوئر مال لاہور۔ 2005، ص 23

27۔ استثناء 25: 5-10

28۔ احبار 21 : 13 تا 14۔

29۔ حافظ ضیاء الدین، عورت قبل از اسلام و بعد از اسلام-49، راحت ایجوکیشن کراچی۔ 2006م، ص 48۔

30۔ مودودی، ابو الاعلی، سید ثردہ "لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، ص 25۔

31۔ البقرہ 2 : 234۔

Vol.4 No.1 2020
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ایک سال کی عدت چونکہ بہت زیادہ تھی اور اس میں بہت زیادہ حرج تھا اس لیے اسلام نے چار ماہ دس دن مقرر کر دی اور حاملہ ہونے کی صورت میں وضع حمل خواہ وہ وضع حمل ہفتہ دس بعد ہی کیوں نا ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ کی عائلی زندگی پورے جہاں کے لیے اسوہ حسنہ ہے۔اور جہالت کی گھٹاٹوپ تاریکیوں میں روشن چراغ کی طرح ہے، ان سارے تعصبانہ رویوں کے برخلاف سرور کائنات ﷺ نے عملی طور پر نکاح بیوگان کی ابتدا اپنی ذات مبارکہ سے کی، آپ ﷺ نے چالیس سالہ بیوہ خاتون حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا سے پہلا نکاح کیا، جن کی قبل اس سے دو شادیاں ہو چکی تھیں اور وہ صاحب اولا بھی تھیں اور عمر میں آپ سے پندرہ سال بڑی بھی تھیں، آپ چونکہ عالی النسب، خوبرو شخص تھے۔ جوانی میں متعدد شادیاں کرنے سے کوئی امر مانع نا تھا، اور نہ ہی اس وقت متعدد شادیوں کو کوئی عیب بھی سمجھا جاتا تھا پھر بھی آپ نے اپنی پوری جوانی (25 سے 50 سال کی عمر) ایک بیوہ عورت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گزار دی، آپ کی عمر پچاس برس تھی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا، ان کے انتقال کے بعد پھر جس عورت سے نکاح کیا وہ بھی پچاس سالہ بیوہ تھیں، بعد ازاں آٹھ دیگر بیواؤں حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت حفصہ، حضرت زینب ام المساکین، حضرت ام سلمہ، حضرت جویریہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت میمونہ، اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنھن سے نکاح کیا۔

صرف یہی نہیں بلکہ آپ نے اپنی امت کو بھی ترغیب دلائی۔ چنانچہ ارشاد ہے سرکار دوعالم رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «السَّاعِي عَلَى الأَرْمَلَةِ وَالمِسْكِينِ، كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوِ القَائِمِ اللَّيْلَ الصَّائِمِ النَّهَارَ»[32]

بیوہ عورت اور مسکین کے (کاموں) کے لئے کوشش کرنے والا خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے (راوی کہتے ہیں) میں گمان کرتا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا: جیسے وہ نمازی جیسے نماز سے نہیں تھکتا، اور وہ روزہ دار اپنا روزہ نہیں توڑتا۔"

دوسری حدیث میں فرمایا:

«السَّاعِي عَلَى الأَرْمَلَةِ وَالمِسْكِينِ، كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوِ القَائِمِ اللَّيْلَ الصَّائِمِ النَّهَارَ»[33]

"بیوہ عورت اور مسکین کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا اللہ کی راہ کے مجاہد کی طرح ہے، اور اس کے برابر جو دن بھر روزہ اور رات بھر نماز پڑھا کرے۔"

اور سنن نسائی شریف میں رسول اکرم ﷺ کے معمولات زندگی میں جہاں عبادات کا ذکر آتا ہے وہاں یہ بھی آتا ہے:

و لَا يَأْنَفُ أَنْ يَمْشِيَ مَعَ الأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ فَيَقْضِيَ لَهُ الْحَاجَةَ۔[34]

---

[32]۔ الهيثمي، أبو الحسن نور الدين علي بن أبي بكر "موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان، دمشق، دار الثقافة العربية،، الطبعة: الأولى، 1990،06/ 379، رقم: 5353۔

[33]۔ البخاري، محمد بن إسماعيل، أبو عبد الله، صحيح البخاري،، رقم: 5353۔ ج7، ص62۔

Vol.4 No.1 2020
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

"نبی کریم ﷺ بیواؤں اور مسکینوں کی حاجت روائی کرنے کے لئے اُن کے ساتھ چلنے میں کوئی عار محسوس نہیں فرماتے تھے۔"

بیوہ خواتین کی بھی آپ خبر گیری فرماتے لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے فتح مکہ کے موقع پر حضرت سراقہ بن جعشمؓ سے فرمایا:

أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَعْظَمِ الصَّدَقَةِ، أَوْ مِنْ أَعْظَمِ الصَّدَقَةِ؟» قَالَ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: «ابْنَتُكَ مَرْدُودَةٌ إِلَيْكَ، لَيْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ۔[35]

"کیا میں تم کو بتلاؤں کہ سب سے بڑا صدقہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا تم اپنی اس بیٹی کا خیال رکھو جو تمہارے پاس لوٹا دی گئی ہو اور تمہارے علاوہ کوئی اس کی نگہداشت کرنے والا نہ ہو۔"

2. بیواہ کا حق وراثت

i. ہندومت میں بیوہ کا حق وراثت:

ہندو مذھب کی کتابوں (شاستروں)[36] کے مطابق بیوہ عورت اگر شوہر کے مرنے کے بعد دوسری شادی نا کرے تو پھر اپنے خاوند کی جائیداد کی وارث ہے۔ مگر عملی طور پہ عورت ہمیشہ وراثت سے محروم ہی رہتی ہے۔

منومہاراج کے نزدیک بیوہ کا حق ملکیت:

منومہاراج کے نزدیک شوہر کی وراثت میں بیوہ کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ خاوند کا حقیقی بیٹا یا "قانون نیوگ" سے دیور یا شوہر کے قریبی مرد سے پیدا ہونے والا لڑکا اپنے باپ کی املاک کا وارث ہو گا۔

اسکے مطابق اگر ایک بیوہ کا کوئی بیٹا پہلے سے موجود ہو تو وہ بیوہ کسی اور مرد سے شادی کر لے تو اس دوسرے شوہر سے پیدا ہونے والا بچہ ترکے میں حصہ نہیں پائے گا کیونکہ ہندو مذھب اسے ولدزنا قرار دیتا ہے۔ کیونکہ وہ ہوس کی پیداوار ہے۔[37] یعنی منو کے نزدیک جائیداد کا حق پانے کے لئے نیوگ کی راہ ختیار کرنا لازمی ہے مزید کہتا ہے۔

چانکیہ کوتلیہ اور بیوہ کا حق ملکیت:

34۔ نسائی، عبد الرحمن،، سنن نسائی، باب مایستحب من تقصیر الخطبہ، حلب، مکتب المطبوعات الإسلامیة، الطبعة: الثانیة، 1406، 03/108، رقم: 1414۔

35۔ أحمد بن حنبل، أبو عبد الله أحمد بن محمد، مسند الإمام أحمد بن حنبل، التركي، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى 2001م، 29/125۔ رقم: 17586۔

36۔ ہندو مذھب کی 14 یا 18 مقدس کتابیں۔

37۔ منو، منو دھرم شاستر، مترجم: ارشد رازی، لاہور، نگارشات پبلشرز، 2007، اشلوک 134، ص 218۔

Vol.4 No.1 2020

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

چانکیہ کوتلیہ[38] کے نزدیک بیوہ عورت خاوند کے مرنے کے بعد درج ذیل صورتوں میں اسکی وراثت کی حقدار بنے گی۔

- عقد ثانی نہ کرنے کی صورت میں اگر وہ پاک دامن رہے تو اپنے شوہر کی وفات پر اپنے شوہر کا چھوڑا مال اور اپنا زیور وغیرہ استعمال کرنے کی مجاز ہو گی۔[39]
- لیکن اگر وہ عقد ثانی کرلے تو اس صورت میں اس سے سارا کچھ سود سمیت واپس لیا جائے گا۔[40]
- اگر کوئی بیوہ اپنے سسر کے منتخب کردہ مرد کی بجائے کسی اور کا انتخاب کرے تو اسے سابقہ سسرال کی طرف سے دیا گیا سارا مال ومتاع چھوڑنا ہو گا۔ اور اس کے اھل وعیال وہ سارا مال ودولت اس کے سابق شوہر کے والد کو لوٹادیں گے۔[41]
- اگر وہ عورت بااولاد ہو تو پھر دوسری شادی کے بعد وراثت کی مالک نہیں ہو گی بیٹا یا بیٹے اس کی ملکیت کے حق دار تصور کیے جائیں گے۔
- اگر کسی عورت نے کئی مردوں سے شادی کی ہو اور ان شوہروں سے اس کی اولاد بھی ہو تو اسکو اپنی املاک اسی حالت میں رکھنا ہو گی۔[42]
- اگر خاوند مر جائے اور اسکا کوئی بیٹا نہ ہو تو تمام وراثت بیٹیاں لیں گی۔[43]

ii. یہودیت اور عیسائیت میں بیوہ کے وراثتی حقوق:

اسلام سے قبل، اور دیگر موجودہ معاشروں میں بیوہ کی میراث کی تقسیم کچھ اس طرح ہے:

- یہودی اور عیسائی مذہب میں بیوی کو شوہر کے ترکہ سے کسی بھی صورت میں کچھ بھی نہیں ملے گا۔ جیسا کہ بائبل میں لکھا ہے۔ "اور بنی اسرائیل سے کہہ کہ اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کا کوئی بیٹا نہ ہو تو اس کی میراث اس کی بیٹی کو دینا۔ اگر اس کی

38۔ چانکیہ کوتلیہ قبل مسیح کا کردار ہے جو کہ چندر گپت موریا کا استاذ تھا اور وزیر اعظم تھا۔ اس کا صحیح نام وشنو گپت تھا۔ اس کے مشورے سے چندر گپت موریا نے پنجاب فتح کیا۔ اس نے سیاست پر ایک کتاب "ارتھ شاستر" لکھی۔

39۔ چانکیہ کوتلیہ "ارتھ شاستر" مترجم سلیم اختر، لاہور، نگارشات پبلیشر 2011، ص196-97

40۔ ایضا، ص192

41۔ ایضا، ص192

42۔ ایضا، ص198

43۔ ایضا، ص198

Vol.4 No.1 2020
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

بیٹی بھی نہ ہو تو اس کے بھائیوں کو اس کی میراث دینا۔ اگر اس کے بھائی بھی نہ ہوں تو اس کی میراث اس کے باپ کے بھائیوں دینا۔ اگر اس کے باپ کا بھی کوئی بھائی نہ ہو تو جو اس کے گھرانے میں اس کا سب سے قریبی رشتہ دار ہو اسے اس کی میراث دینا۔ وہ اس کا وارث ہو گا"۔[44] وراثت تو ایک طرف عیسائی عورت کے لئے نان ونفقہ کا کوئی تصور تک نہیں ہے۔ اور نا ہی عورت مرد کے خلاف مقدمہ دائر کر سکتی ہے۔ مرد چاہے تو عورت کو حق وراثت سے محروم کر سکتا ہے لیکن بیوی کا جائیداد میں کوئی حصہ نہیں۔[45]

- رومیوں کے ہاں عورت کی میراث: ان کے ہاں عورت کو مرد کے برابر حصہ ملتا تھا۔ لیکن بیوی کو اپنے شوہر کے ترکہ سے کچھ بھی نہیں ملتا تھا تاکہ اس خاندان کا مال دوسرے خاندان میں منتقل نہ ہو جائے۔
- سامی قوموں (قدیم مشرقی قوموں) کے نزدیک بیوہ عورت کی میراث: اس سے مراد طورانی، سریانی، شامی، اشوری، یونانی قومیں ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے قبل مشرق میں آباد تھیں۔ ان کے نزدیک میراث کا نظام یہ تھا کہ باپ کے بعد بڑا بیٹا باپ کی جگہ لیتا تھا، اگر وہ موجود نہ ہوتا تو مردوں میں سب سے زیادہ نیک مرد کو مقرر کیا جاتا، پھر بھائیوں کی باری، ان کے بعد چاچا کی باری ہوتی تھی۔ ان کے ہاں عورتوں اور بچوں کو کلی طور میراث سے محروم کر دیا جاتا تھا۔
- قدیم مصریوں کے ہاں بیوہ عورت کی میراث: ان کے ہاں میت کے تمام اقرباء کو جمع کیا جاتا تھا جن میں اس کا باپ، ماں، بیٹے، بیٹیاں، بھائی، بہنیں، چاچے، ماموں، موسیاں اور بیوی سب شامل ہوتے تھے اور ہر ایک کو برابر برابر حصہ ملتا تھا۔ جن میں مرد، عورت اور چھوٹے، بڑے میں کوئی تمیز نہیں ہوتی تھی۔

iii. اسلام میں بیوہ کا حق وراثت:

اسلام سے قبل دنیا کے مختلف مذاہب اور تہذیبوں کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات ازہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ خواتین اور بالخصوص بیوہ عورتیں بہت کرب ناک صورتحال سے دوچار تھیں۔ معاشرہ انکے لیے محض قبر ہوتا کوئی دادرسی کرنے والا نا ملتا نا ہی کوئی انکے حقوق کے لیے آواز اٹھاتا دکھائی دیتا۔ بلکہ درد آلام کی ماری ہوئی عورت اسے قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کر لیتی اور یوں اسکی حالت پست سے پست ترین تر ہوتی چلی جاتی۔ بیچاری اف تک کرنے سے بھی عاجز تھی ایسے میں اسلام نے اپنی شریعت مطہرہ میں اس کے واضح طور اسکے حقوق متعین کیے بلکہ ھادی عالم نے بھی اسکے حقوق کے لیے واضح اقدامات کیے جسکی واضح مثال ہمیں امہات المومنین سے ملتی ہے کہ آپ علیہ السلام نے بذات خود بیوہ عورتیں سے نکاح کیے۔ جیسے حقوق اسلام نے بیواؤں کو دیے دنیا کو کوئی مذہب دینے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ آج جو عورت کا مقام ہے وہ سارے کا سارا اسلام کا مرہون منت ہے کہ اسلام نے کس طرح سے اسکے حقوق کا خیال رکھا۔

44۔ گنتی 27: 8 تا 11

45۔ انصر عمری، جلال الدین، سید، "عورت اسلامی معاشرہ میں"، اسلامک پبلیکیشنز۔ لوئر مال لاہور۔ 2005، ص 24

Vol.4 No.1 2020
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

انہیں خاوند کی وفات کے بعد وراثت کا حق دیا۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

"وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ ۚ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ"

”اور جو تم میں مر جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنی عورتوں کے لئے (انہیں گھروں سے) نکالے بغیر سال بھر تک خرچہ دینے کی وصیت کر جائیں پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر اس معاملے میں کوئی گرفت نہیں جو وہ اپنے بارے میں شریعت کے مطابق کریں اور اللہ زبردست، حکمت والا ہے"۔[46]

اسلام کی ابتداء میں بیوہ کی عدّت ایک سال تھی اور اس دوران وہ شوہر کے ہاں رہ کر نان ونفقہ پانے کی حقدار تھی کیونکہ عرب اپنے مورث کی بیوہ کا نکلنا یا غیر سے شادی کرنا اصلا گوارا نہیں کرتے تھے۔ اور اس کو شرم سمجھتے۔ اسی لئے اگر ایک دم سے چار ماہ دس دن کی عدت مقرر کر دی جاتی تو یہ ان پر بہت مشکل گزرتا۔ لہذا تدریجاً انہیں طریق پر لایا گیا، یہ آیت کریمہ تلاوت کے اعتبار سے اگرچہ مقدم ہے مگر نزول کے اعتبار سے موخر ہے، پھر ایک سال کی عدت تو اس آیت سے منسوخ ہوئی۔

جہلاء انہیں اپنے ظلم کا نشانہ بنائے ہوئے تھے، بیوہ عورت پر ایک ظلم یہ بھی تھا کہ شوہر کی وفات کے بعد اس کے گھر والے اس کے مال کی طرح اس کی عورت پہ بھی زبردستی قبضہ کر لیتے۔ اگر چاہتے تو دوسرے مرد سے نکاح کر دیتے وگرنہ نکاح ہی نہ کرنے دیتے اور میکے والوں سے زیادہ سسرال اسکے حقدار گنے جاتے، اس عورت کو مجبور کرتے کہ وہ حق مہر سے دستبردار ہو جائے یا پھر بغیر نکاح کے بیٹھی رہے اور ساری عمر یونہی گزارے، یا پھر خاوند کی وفات کیساتھ ہی کوئی بھی اس پر اپنا کپڑا ڈال لیتا تو وہی اس کا مختار سمجھا جاتا، اسلام نے اس ظلم کے تمام طریقوں سے منع کیا اور جاہلیت کی اس رسم کے خلاف یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔[47]

“یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا-وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ-وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ-فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا”[48]

“اے ایمان والو! تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور عورتوں کو اس نیت سے روکو نہیں کہ جو مہر تم نے انہیں دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو سوائے اس صورت کے کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے گزر بسر کرو پھر اگر تمہیں وہ ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔

---

[46]۔ البقرہ2: 140۔

[47]۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر، ابو الفداء، تفسیر القرآن العظیم،، دار النشر: مؤسسة قرطبة بیروت۔ ج:3، ص:396-397

[48]۔ النساء4: 19۔

Vol.4 No.1 2020
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

اس کا شان نزول کچھ یوں ہے کہ ایک بار حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی بیوہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگیں کہ یہ دونوں بیٹیاں سعد بن ربیع کی ہیں جو غزوہ احد میں جام شہادت نوش کر گئے، ان کے چچا ان بیٹیوں کا حق نہیں دینا چاہتا، جس پر مذکورہ آیت میراث نازل ہوئی، آپ ﷺ نے ان بچیوں کے چچا کو بلا کر فرمایا: کہ سعد کی دونوں بیٹیوں کو دو تہائی حصہ دو اور انکی بیوہ کو آٹھواں حصہ اور اس کے بعد جو بچے وہ تمہارا ہے۔[49]

اسلام نے عورت کو شوہر کے مال کا بھی حقدار ٹھہرایا ہے۔ جو بحیثیت بیوی اس کا حق ہے۔ اور کوئی بھی اسکی حق تلفی نہیں کر سکتا ۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے کہ:

وَ لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ[50]

اور اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکہ میں سے عورتوں کے لئے چوتھائی حصہ ہے، پھر اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے (یہ حصے) اس وصیت کے بعد (ہوں گے) جو وصیت تم کر جاؤ اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے۔)

یہاں سے ہمیں اصول ملتا ہے کہ شوہر کی وراثت دو طرح تقسیم ہو گی:

- اگر وارث صرف بیوی ہو اور میت کا کوئی بیٹا بیٹی نا ہو تو بیوی کو چوتھائی حصہ یعنی 1/4 ملے گا۔
- اور اگر میت کی کوئی اولاد بھی ہو تو پھر بیوی کو آٹھواں یعنی 1/8 ملے گا۔[51]

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ:

"قال کان المال للولدو کانت الوصیة للوالدین فنسخ اللہ من ذالک مااحب فجعل للذکر مثل حظ الأنثیین وجعل للأبوین لکل واحد منهما السدس وجعل المرأة الثمن والربع وللزوج الشطر والربع[52]

ابتداء میں مال اولاد کے لیے اور وصیت والدین کے لیے تھی پھر اللہ کریم نے یہ حکم منسوخ کر کے مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصہ اور والدین کے لیے چھٹا اور بیوی کے لیے (اولاد کی موجودگی میں) آٹھواں (اور اولاد کی غیر موجودگی میں) چوتھا حصہ اور شوہر کے لیے (اولاد کی غیر موجودگی میں) نصف اور (اولاد کی موجودگی میں) چوتھا حصہ مقرر کر دیا"

---

[49]۔ ابوداؤد،، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، الناشر: دار الرسالۃ العالمیۃ بیروت، ط 1/2009م۔ رقم:2891۔

[50]۔ النساء4: 12۔

[51]۔ پیر کرم شاہ، محمد۔ ضیاء القرآن، تحت آیت النساء، 12، لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 1402ھ، ج1، ص325۔

[52]۔ کلیوبی، عبد الرحمن محمد بن سلیمان، "مجمع الانہر" کتاب الفرائض، کوئٹہ، مکتبۃ المنار، س۔ن، ج4، ص500

Vol.4 No.1 2020
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

خلاصہ کلام / نتائج البحث

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دیگر ادیان میں عورت ہمیشہ مشق ستم رہی ہے۔عیسائیت اور یہودیت کی تعلیمات کے مطابق بیوہ کو دوسری شادی کا یوں کھلم کھلا اختیار حاصل نہیں تھااور مردوں کو بھی بائبل نے حکم دیا کہ کنواری عورت سے شادی کریں۔لیکن اگر تمام بھائی ملکر رہتے تو پھر بیوہ کا نکاح زبردستی چھوٹے بھائی سے کر دیا جاتا۔وگرنہ شوہر کے مرنے کے بعد بیوی کے اور بیوی کے مرنے کے بعد شوہر کے نکاح ثانی کو عیسائی علماء شہوت کی بندگی اور مہذب زناکاری جیسے الفاظ کیساتھ تعبیر کرتے تھے۔اسی طرح ہندومت میں اول تو عورت کو شوہر کی وفات کے بعد منحوس سمجھ کو ستی کر دیا جاتا اور یا پھر نیوگ آڑے آجاتا کہ عورت اپنے سسر کی پسند کے مطابق دوسری شادی کرے۔

اور جہاں تک بات ہے وراثت کی تو عیسائیت اور یہودیت تو بیوہ کو ویسے ہی حق وراثت سے محروم رکھتے ہیں۔رومیوں اور دیگر سامی اقوام کے ہاں بھی بیوہ محروم رہتی تھی۔اسی طرح ہندوؤں میں بھی آریہ اور ویدک کے دور میں بیوہ کو جائیداد کا مالک تسلیم کیا جاتا تھا۔لیکن یہ صرف نکاح ثانی نہ کرنے کی صورت میں تھا اگر عورت نکاح ثانی کر لیتی تو اس صورت میں اسے سابق شوہر کا مال ومتاع واپس کرنا ہوتا تھا۔اور اسی طرح اسے یہ اختیار بھی نا تھا کہ شوہر کا مال اولاد کی موجودگی میں اپنے اعزاءواقرباء میں تقسیم کر سکے بلکہ اسے اولاد کے نام ہی سب کچھ منتقل کرنا ہوتا تھا۔

لیکن اسلام نے جہاں بیوہ کو نکاح ثانی کا اختیار بھی دیا اور اسے اپنے متوفی شوہر کے مال ودولت کا حقدار بھی تسلیم کیا۔یوں ہم اس بحث سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ جتنے حقوق اسلام عورت کو دیتا ہے دنیا کا کوئی بھی مذہب ان حقوق کے عشر عشیر کا بھی دعوی نہیں کر سکتا۔یہ اسلام ہی ہے جو خواتین کو عزت ووقار کیساتھ جینے کے تمام حقوق فراہم کرتا ہے خواتین کی حق تلفی کرنے والوں کو وعید عذاب اور حق ادا کرنے والوں کو مژدہ جنت بھی سناتا ہے۔

سفارشات وتجاویز

موضوع ہذا جیسا کہ اپنے نام سے ہی ظاہر ہے بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔اس لئے اس موضوع پر ایم فل اور پی ایچ ڈی سطح پر کام کیا جا سکتا ہے تاکہ موضوع کا اپنی تمام تر کلیات کیساتھ احاطہ کیا جا سکے۔

ہمارے معاشرے میں بھی عورت کے نکاح ثانی کو (باوجود اسکے کہ اسلام میں اسکی اجازت ہے) معیوب سمجھا جانے لگا ہے۔نکاح ثانی نہ کرنے کے نتیجے میں خواتین تنہائی میں رہ رہ کر مختلف نفسیاتی مسائل کا شکار ہو رہی ہیں۔تو اس حوالے سے انفرادی

Vol.4 No.1 2020
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

واجتماعی سعی کی ضرورت ہے تا کہ بیوہ یا مطلقہ خواتین کو ان مسائل سے بچایا جاسکے۔اس کی آگاہی کے لیے مختلف نوعیت کے اقدامات کیے جاسکتے ہیں مثلا:

- چھوٹے چھوٹے رسالہ جات اور پمفلٹ اس مسئلہ کی حساسیت کو اجاگر کرنے کے لئے گھر گھر مفت تقسیم کیے جائیں۔
- سوشل میڈیا، پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا پہ اس مسئلے کے آگاہی مہم چلائی جائے۔
- حکومت پاکستان، جامعات، کالجز، مدارس اور دیگر این جی اوز ایسے سیمیناز اور ملکی وبین الاقوامی سطح پر کانفرنسز کا اہتمام کریں جن میں لوگوں کی تربیت کی جاسکے۔
- خطباءوواعظین، اور اینکرز اس طرح کے موضوعات کو اپنا موضوع سخن بنائیں تا کہ محراب ومنبر سے ایک موثر آواز اپنا کردار ادا کرسکے۔

علاوہ ازیں ہمارے ہاں اب عورتوں کو وراثت کا حق دینے میں بھی کوتاہی کی جارہی ہے اسکے لئے بھی مندجہ بالا شفارشات پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

اس طرح کے لٹریچر کا انگریزی زبان میں بھی ترجمہ کیا جائے تا کہ دیگر اقوام عالم بھی اس سے مستفید ہوں اور ان پر بھی اسلام کی حقانیت مزید واضح ہو جائے۔

دیگر ادیان نے اسلامی معاشرے پر جہاں دیگر معاملات پر بہت گہری چھاپ مرتب کی ہے وہیں انکے باطل اثرات وراثت کے حوالے سے بھی رونما ہو رہے ہیں کہ اب اسلامی معاشرہ بھی اس طرح کی لغویات میں پڑ کر تقسیم وراثت اور نکاح ثانی کے سلسلے میں دیگر ادیان کے طریق پر چل پڑا ہے۔لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کی روک تھام کے لئے مناسب حکمت عملی اختیار کرکے معاشرے کو تباہی کی دلدل سے بچایا جاسکے۔